جمعرات 16 جنوری 2020ء | 20 جمادی الاوّل 1441 ہجری قمری | جلد: 2 | شمارہ: 14


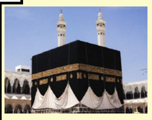

## ارشاد باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ اٰتُوا الۡیَتٰمٰۤی اَمۡوَالَہُمۡ وَ لَا تَتَبَدَّلُوا الۡخَبِیۡثَ بِالطَّیِّبِ ۪ وَ لَا تَاۡکُلُوۡۤا اَمۡوَالَہُمۡ اِلٰۤی اَمۡوَالِکُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ حُوۡبًا کَبِیۡرًا (النساء:3)

(ترجمہ)اور یتامیٰ کو اُن کے اموال دو اور خبیث چیزیں پاک چیزوں کے تبادلہ میں نہ لیا کرو اور ان کے اموال اپنے اموال سے ملا کر نہ کھا جایا کرو۔ یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

## فرمانِ رسول ﷺ

# نماز، گزشتہ گناہوں کا کفارہ

آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

جو مسلمان بھی فرض نماز کا وقت آنے پر اس کے لئے اچھی طرح وضو کرتاہے پھر خوب خشوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہے جس میں رکوع بھی اچھی طرح کرتا ہے تو جب تک کوئی کبیرہ (بڑا) گناہ نہ کرے یہ نماز اس کے لئے پچھلے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور ایسے ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الطھارۃ)

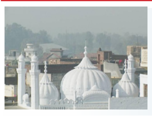

## حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

# مومن کی خدا تعالیٰ کے حضور تضرعات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’اے اللہ! پس تو رحمتیں اور سلامتی نازل کر اس شفاعت کرنے والے پر جس کی شفاعت قبول کی جائے گی، جو نوع انسان کا نجات دہندہ ہے اور ہمیں مدد دے کہ ہم اس سلطان کے وجود سے فائدہ اور فیض پائیں۔اس کے (وجود کے)ذریعہ ہمیں نجات دے ہر ایک ظالم ہاتھ کے شر سے جو ظلم میں بڑھا ہوا ہے....اے اللہ ! ہمیں ان کے فتنے سے بچا اور ہمیں ان کی تہمت سے بچا اور اپنی حفاظت،اپنے انتخاب اور اپنی خیر سے ہمیں خاص کر۔اور ہمیں اپنے غیر کی حفاظت میں نہ دے اور ہمیں ایسے صالح عمل کی توفیق دے جس سے تو خوش ہوجائے۔ہم تجھ سے تیری رحمت،تیرا فضل اور تیری رضا طلب کرتے ہیں اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔(اے)میرے ربّ!اپنے فضل سے میری قوت،میری بصارت اور جو کچھ میرے دل میں ہے اس کا نور، میری زندگی اور موت کا قبلہ بن جا اور مجھ سے محبت کر اور مجھے ایسی محبت عطا کر کہ میرے بعد کوئی اس میں آگے نہ بڑھ سکے۔(اے)میرے ربّ!پس میری دعا قبول فرما اور مجھے میری مراد عطا کر،مجھے پاک صاف کر دے، مجھے عافیت عطا کر، مجھے اپنے اندر جذب کر لے، میری رہنمائی فرما، میری مدد فرما ،مجھے صحیح راستے پر گامزن فرما،میرا تزکیہ فرما، مجھے نور عطاکر اور مجھےسارے کا سارا اپنا بنا لے اور خود سارے کا سارا میرا ہوجا۔(اے)میرے ربّ!ہر دروازے سے میری طرف آ۔مجھے ہر پردے سے نکال دے۔مجھے ہر مشروب سے سیر فرما۔نفس اور جذبات کے ہیجان میں میری مدد فرمااور مجھے فراق کے خطرات اور ظلمات سے بچا۔ایک لمحے کے لئے بھی مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر اور مجھے اس کی برائیوں سے بچا اور مجھے اپنی رفعت اور بلندی عطا فرما اور میرے وجود کے ذرّے ذرّے میں داخل ہو جا۔اور مجھے ان لوگوں میں بنا جو تیرے سمندروں میں غوطہ لگاتے، تیرے انوار کے باغوں سے چرتے اور تیری قضا و قدر پر راضی رہتے ہیں اور میرے اور اپنے اغیار کے درمیان دوری ڈال دے (اے) میرے ربّ!اپنے فضل اور اپنے چہرے کے نور کے ذریعہ مجھے اپنا جمال دکھا اور مجھے اپنا شیریں شربت پلا اور مجھے ہر قسم کے حجاب اور غبار سے نکال اور مجھے ان لوگوں میں سے نہ بنا جو اندھیروں اور پردوں میں اوندھے پڑے ہیں اور برکتوں ،روشنیوں اور انوارسے دور ہیں اور اپنی ناقص عقل کی وجہ سے نعمتوں کے گھر سے ہلاکت کےگھر کی طرف پھر گئے ہیں اور تو مجھے اپنے چہرے کی خالص اطاعت اور اپنے حضور ہمیشہ سر بسجود رہنے کی توفیق عطا کر اور مجھے ایسا عزّم عطا کر کہ جس میں تیری نظر عنایت پڑے اور مجھے وہ چیز عطا کر جو صرف اسی کو عطا کرتا ہے جو مقبولین میں سے ہو اور مجھ پر ایسی رحمت نازل فرما جو تو صرف اسی پر نازل کرتا ہےجو تیرے محبوبوں میں سے ہو۔(اے)میرے ربّ!میری کوشش،میرے عزم،میری دعا اور میرے کلام سے اسلام کو زندہ کر اور میرے ذریعہ اس کی رونق،خوشحالی اور حسن و جمال دوبارہ بحال کر اور اس کے ہر معاند اور اس (معاند)کے کبر کو توڑ کر رکھ دے۔(اے)میرے ربّ!مجھے دکھاکہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے،مجھے خصائل ایمانی رکھنے والے چہرے،یمنی حکمتوں والے نفوس ،اپنے خوف سے رونے والی آنکھیں، اپنے ذکر سے کانپ جانے والے دل، حق و ثواب کی طرف رجوع کرنے والابنا۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام،روحانی خزائن جلد5ص5)

## فرمان خلیفہ وقت

# نفس کا دوغلا پن

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’جب ہم اپنی عملی حالتوں میں بیکسی، غربت اور بےہنری کے اظہار پیدا کریں گے تو پھر ہی خدمت کا بھی حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ اور شاید’’ اسی سے دخل ہو دارالوصال میں‘‘کی امیدرکھنے والے بھی ہوں گے ... اگر یہ نہیں تو ہم دعوے کی حدتک تو بے شک درست ہوں گے کہ زمانے کے امام کو مان لیا لیکن حقیقت میں زبانِ حال سے ہم دعوے کا مذاق اڑا رہے ہوں گے۔ کسی غیر کی دشمنی ہمیں نقصان نہیں پہنچا رہی ہو گی بلکہ خود ہمارے نفس کا دوغلا پن ہمیں رسوا کر رہا ہو گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اس پر مستزاد ہے۔

پس خاص طور پر ہر اس شخص کو جس کو جماعت کی خدمت پر مامور کیا گیاہے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اور عام طور پر ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کیونکہ حقِ بیعت زبانی دعووں سے اور صرف ماننے سے ادا نہیں ہوتا بلکہ عمل کی قوت جب تک روشن نہ ہو، کچھ فائدہ نہیں۔‘‘

(روزنامہ الفضل 21جنوری 2014ء)

قارئین کرام سےدرخواست ہے کہ روزنامہ الفضل لندن آن لائن کی درج ذیل ویب سائٹ زیادہ سےزیادہ وزٹ کریں اوراپنےعزیزواقارب کوبھی مطلع فرمائیں۔

www.alfazlonline.org

اسی طرح اپنے مضامین،آرٹیکلز،نظمیں،اعلانات، آراءاورخطوط اس ایڈریس پر بھیجیں اوردعاؤں میں یادرکھیں۔

info@alfazlonline.org

(ایڈیٹر)

دربار خلافت

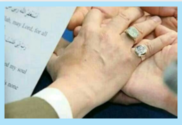

# لغویات سے اجتناب اور معاشرے کی اصلاح

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہونے کے لئے ہر اس چیز سے بچنا ہو گا جو دین میں برائی اور بدعت پیدا کرنے والی ہے۔ اس برائی کے علاوہ بھی بہت سی برائیاں ہیں جو شادی بیاہ کے موقعہ پر کی جاتی ہیں اور جن کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں۔ اس طرح معاشرے میں یہ برائیاں جو ہیں اپنی جڑیں گہری کرتی چلی جاتی ہیں اور اس طرح دین میں اور نظام میں ایک بگاڑ پیدا ہو رہا ہوتا ہے۔ اس لئے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ،اب پھر کہہ رہا ہوں کہ دوسروں کی مثالیں دے کر بچنے کی کوشش نہ کریں، خود بچیں۔ اور اب اگر دوسرے احمدی کو یہ کرتا دیکھیں تو اس کی بھی اطلاع دیں کہ اس نے یہ کیا تھا۔ اطلاع تو دی جا سکتی ہے لیکن یہ بہانہ نہیں کیا جا سکتا کہ فلاں نے کیا تھا اس لئے ہم نے بھی کرنا ہے تاکہ اصلاح کی کوشش ہو سکے، معاشرے کی اصلاح کی جا سکے۔ ناچ ڈانس اور بیہودہ قسم کے گانے جو ہیں ان کے متعلق میں نے پہلے بھی واضح طور پر کہہ دیا ہے کہ اگر اس طرح کی حرکتیں ہوں گی تو بہرحال پکڑ ہو گی۔ لیکن بعض برائیاں ایسی ہیں جو گو کہ بُرائیاں ہیں لیکن ان میں یہ شرک یا یہ چیزیں تو نہیں پائی جاتیں لیکن لغویات ضرور ہیں اور پھر یہ رسم و رواج جو ہیں یہ بوجھ بنتے چلے جاتے ہیں۔ جو کرنے والے ہیں وہ خود بھی مشکلات میں گرفتار ہو رہے ہوتے ہیں اور بعض جو ان کے قریبی ہیں، دیکھنے والے ہیں، ان کو بھی مشکل میں ڈال رہے ہوتے ہیں ان میں جہیز ہیں، شادی کے اخراجات ہیں، ولیمے کے اخراجات ہیں، طریقے ہیں اور بعض دوسری رسوم ہیں جو بالکل ہی لغویات اور بوجھ ہیں۔ ہمیں تو خوش ہونا چاہئے کہ ہم ایسے دین کو ماننے والے ہیں جو معاشرے کے، قبیلوں کے، خاندان کے رسم و رواج سے جان چھڑانے والا ہے۔ ایسے رسم و رواج جنہوں نے زندگی اجیرن کی ہوئی تھی۔ نہ کہ ہم دوسرے مذاہب والوں کو دیکھتے ہوئے ان لغویات کو اختیار کرنا شروع کر دیں…(فرمایا) تم ایسے دین اور ایسے نبی کو ماننے والے ہو جو تمہارے بوجھ ہلکے کرنے والا ہے ۔ جن بے ہودہ رسم و رواج اور لغو حرکات نے تمہاری گردنوں میں طوق ڈالے ہوئے ہیں، پکڑا ہوا ہے، ان سے تمہیں آزاد کرانے والا ہے۔ تو بجائے اس کے کہ تم اُس دین کی پیروی کرو جس کو اب تم نے مان لیا ہے اور اُن طور طریقوں اور رسوم و رواج اور غلط قسم کے بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد کرو ،ان میں دوبارہ گرفتار ہو رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ تم تو خوش قسمت ہو کہ اس تعلیم کی وجہ سے ان بوجھوں سے آزاد ہو گئے ہو اور اب فلاح پا سکو گے، کامیابیاں تمہارے قدم چومیں گی، نیکیوں کی توفیق ملے گی۔پس ہمیں یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ تو ان رسموں اور لغویات کو چھوڑنے کی وجہ سے ہمیں کامیابیوں کی خوشخبری دے رہا ہے۔ اور ہم دوبارہ دنیا کی دیکھا دیکھی ان میں پڑنے والے ہو رہے ہیں… اپنے آپ کو معاشرے کے رسم و رواج کے بوجھ تلے نہ لائیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کو آزاد کروانے آئے تھے اور آپ کو ان چیزوں سے آزاد کیا اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہو کر آپ اس عہد کو مزید پختہ کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ چھٹی شرط بیعت میں ہے حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا ہے کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا وہوس سے باز آ جائے گا۔یعنی کوشش ہو گی کہ رسموں سے بھی باز رہوں گا اور ہوا و ہوس سے بھی باز رہوں گا۔ تو قناعت اور شکر پر زور دیا۔ یہ شرط ہر احمدی کے لئے ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو۔ اپنے اپنے وسائل کے لحاظ سے اس کو ہمیشہ ہر احمدی کو اپنے مدنظر رکھنا چاہیئے… اللہ کرے کہ ہم ہر قسم کے رسم و رواج بدعتوں اور بوجھوں سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے والے ہوں اور ہمیشہ اس زمانے کے حکم و عدل کی تعلیم کے مطابق دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنا بھی ایسا عمل ہے جو تمام نیکیوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے اور تمام برائیوں اور لغو رسم و رواج کو ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے۔تو اس کی طرف بھی خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)‘‘

(خطبہ جمعہ مورخہ 25نومبر 2005ء)

# تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

میرا اپنا نہیں کوئی تیرے سوا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں
تم سے تو نہیں مرا حال چھپا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

ترا نام غفور ہے پیارے خدا ، بخشش میں تجھے آتا ہے مزا
رکھ لینا غریب کا پاسِ حیا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

دلدل ہے گناہوں کی گہری ٹکتے نہیں میرے پاؤں کہیں
تو زور سے تھام لے ہاتھ مرا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

مالک مجھ سے وہ کام کرا جس سے ہو حاصل تیری رضا
لینا نا حساب کتاب مرا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

میں اپنے کئے پر نادم ہوں کر رحم مری حالت پہ سدا
مجھ سے نہ کبھی بھی ہونا خفا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

دشمن کو حسد نے اندھا کیا کرتے ہیں جفا بےخوف خدا
دل کرچی کرچی ٹوٹ گیا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

ظلمت کی اندھی راہوں میں نفرت کی ظالم بانہوں میں
اب ہوگیا بالکل حال بُرا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

جو گھاؤ دیئے ہیں اپنوں نے گہرے ہیں ہردم رِستے ہیں
میں نے چپکے چپکے درد سہا تم سے نہ کہوں تو کس سے کہوں

(امۃ الباری ناصر۔امریکہ)

# اسلامی تعلیمات کی روشنی میں گفتگو کے آداب

## راست گفتار بن جائیں اور ہمیشہ رفق اور ملاطفت کے ساتھ گفتگو کریں

حقیقت یہ ہے کہ ہر بات کی خدا تعالیٰ کے ہاں بازپُرس ہوگی۔ اس لئے ہمیشہ پاکیزہ اور نیک کلمات بولنے چاہئیں۔زبان کا باہمی تعلقات پر نہایت گہرا اثر پڑتا ہے۔نیک کلام کے اندر ایک مقناطیسی کشش ہوتی ہے۔مومن کی زبان گندے اور غلیظ کلام سے محفوظ رہتی ہے۔اس کا کلام پاکیزہ ہوتاہے ۔ حدیث میں مومن کی صفات بیان ہوئی ہیں کہ وہ طعنہ زن نہ بہت بددعاکرنے والا ، نہ بے حیا اور نہ گندہ زبان ہوتا ہے ۔ وہ حیادار ہوتا ہے اور حیا دار شخص کی زبان اس کے قابو میں رہتی ہے۔ ذیل میں کلام (گفتگو) کے آداب قرآن مجید اور احادیث کی روشنی میں بیان کئے جاتے ہیں تاکہ اسلام کی اس جامع ہدایت کہ اپنی زبان کی حفاظت کرو ،پر عمل پیر ا ہوکر ہم مومن بن سکیں۔

اگر کوئی بات کہو تو ہمیشہ سچ بات کہو ۔ پیچدار بات نہ کرو ۔ توحید کے بعد سب سے بڑی نیکی سچ اختیار کر نا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔اے مومنو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور وہ بات کہو جو سچی ہو۔(سورۃ احزاب) پھر سچی بات کہنے کا نتیجہ یہ بتایا کہ گفتگو عام فہم اور وضاحت سے کرنی چاہئے ۔آنحضور ﷺ کی گفتگو نہایت شیریں اور دلآویز ہوتی تھی۔ آپ بہت ٹھہر ٹھہر کر گفتگو فرماتے تھے، جب کسی بات پر زور دینا ہوتا تو آپؐ اسے دو تین بار دہراتے تا کہ سننے والوں کو یاد ہو جائے۔پاکیزہ گفتگو کرنی چاہئے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ پاکیزہ کلمہ بھی صدقہ ہے۔ (بخاری و مسلم) اور آگ سے بچاؤ کا ذریعہ بھی ہے۔تکلف اور تصنع کے بغیر گفتگو کرنی چاہئے اور نہ ہی زبان کو موڑ کر گفتگو کرنی چاہئے۔ یہود کا یہ طریق تھا کہ وہ اپنی زبان کو پیچ دے کے اور لفظ بگاڑ کر گفتگوکرتے تھے۔

آپؐ نے فرمایا جو لوگ گفتگو کے وقت زبان کو مروڑ مروڑ کر باتیں کرتے ہیں قیامت کے دن ایسے لوگ مجھ سے دور رہیں گے۔ (جامع ترمذی) گفتگو میں مبالغہ سے کام نہیں لینا چاہئے۔حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایاکہ مبالغہ سے تکلف کرنے والے ہلاک ہوئے۔ آپؐ نے یہ تین بار فرمایا۔ (صحیح مسلم)بیہودہ بکواس اور فحش کلامی نہیں کرنی چاہئے۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آنحضرت ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایاکہ نہ تو آپؐ فاحش تھے اور نہ قصداً فحش گوئی کرتے تھے۔ (صحیح بخاری)

ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن فحش بکنے والا ، بدزبان اور بد گو نہیں ہوتا۔

(جامع ترمذی)

پس فحش گوئی سے بچنا چاہئے اور کثرت سے استغفار کرنا چاہئے۔

زبان کا سارے اخلاق پر گہرا اثر پڑتا ہے ۔ اس لئے مومنوں پر واجب ہے کہ وہ سخت زبانی نہ کرے۔ بُرے نام سے نہ پکارے اور نہ ہی کسی پر لعنت کرے ۔ گالی گلوچ نہ دے کیونکہ یہ بد خلقی ہے جو انسان کے ایمان کو غارت کر دیتی ہے ۔حدیث میں آتا ہے کہ مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کرنے کے مترادف ہے۔ (صحیح بخاری) مومن کا فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے ۔ اس لئے گفتگو میں غیبت جیسی گھناؤنی بُرائی کرنے سے بچا جائے ۔ مومنوں کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُم بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ (الحجرات:13)کہ تم میں سے بعض بعض کی غیبت نہ کیا کریں۔کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا۔ (اگر تمہاری طرف یہ بات منسوب کی جائے تو)تم اس کو ناپسند کرو گے۔ سورۃ الھمزہ میں ارشاد ہے۔وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ہر غیبت کرنے والے اور عیب چینی کرنے والے کے لئے عذاب ہی عذاب ہے۔ چغلی کرنا، تہمت لگانا۔ اور نسب میں طعن کرنا کفر کی علامت ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔

گفتگو کے دوران کسی کی حقارت کے ساتھ ہنسی نہ اڑائی جائے۔يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ (الحجرات:12)اے مومنو ! کوئی قوم کسی قوم سے اسے حقیر سمجھ کر ہنسی مذاق نہ کیا کرے ممکن کہ وہ ان سے اچھی ہو۔ اور نہ ہی عورتیں دوسری عورتوں سے ان کو حقیر سمجھ کر ہنسی ٹھٹھا کیاکریں۔ ممکن ہے کہ وہ عورتیں ان سے بہتر ہوں۔ گفتگو میں اگر کسی مزاح کا رنگ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں لیکن ایسا مزاح نہ کیا جائے جو گھٹیاہو اور دوسرے کی دل شکنی کا باعث بنے۔ رسول کریم ﷺ شگفتہ مزاج تھے اور کبھی کبھی ظرافت کی باتیں بھی فرماتے ۔بہت زیادہ کلام نہیں کرنا چاہئے کیونکہ کثرت کلام سے بسا اوقات لوگوں میں فساد پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔آنحضورؐ فرماتے ہے کہ اللہ کے ذکرکے بغیر زیادہ کلام نہ کرو۔ اللہ کے ذکر کے بغیر کثرتِ کلام سے دل سخت ہو جاتا ہے اور سنگ دل آدمی اللہ سے سب کے مقابلہ میں دور تر ہوتا ہے۔

(ریاض الصالحین)

بات مختصر اور موقع محل کے مطابق کرنی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ کو یہ وصفِ کامل خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا گیاتھا۔سوچ سمجھ کر اور عقل کے ساتھ گفتگو کرنی چاہئے ۔ بات کرتے وقت مزاج شناسی کر لینی چاہئے خواہ مخواہ ایسی بات نہیں کرنی چاہئے جسے سن کر دوسرا مشتعل ہو جائے۔ ایسے طریق سے کلام کرنا چاہئے جو مخاطب کے فہم کے مطابق ہو ،جس سے وہ بات کو اچھی طرح سمجھ سکے اور اس کی غلط فہمی دور ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ لوگوں سے ان کے فہم اور ادراک کے مطابق کلام کیا کرو۔ (دیلمی) حضورؐ تو نباض اعظم تھے۔ آپؐ ہمیشہ آدمی کی طبع کا اندازہ لگا کر جواب دیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ جب بھی آپؐ سے کوئی سوال یا مسئلہ پوچھتے آپؐ ہمیشہ ان کی سمجھ اور حالت کے مطابق جواب دیتے تھے۔ غصے اور جوش میں آکر تیزی سے جلد جلد بات نہیں کرنی چاہئے بلکہ تحمل کے ساتھ گفتگو کرنی چاہئے کیونکہ بے جا غصہ میں کہی گئی بات اپنا اثر کھو بیٹھتی ہے۔ غصہ کو قابو میں رکھ کر باتیں کرنا حوصلہ مندی اور مردانگی کا ثبوت ہے۔اگر موقع نہ ہو یا کہنے کو اچھی بات نہ ہوتو پھر خاموش رہنا چاہئے ۔آنحضور ﷺ اکثر چُپ رہتے اور بے ضرورت کبھی گفتگو نہ فرماتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ بھلی بات کہے یا خاموش ہورہے۔

(اربعین نودی)

سنی سنائی بات کو آگے نہیں پھیلانا چاہئے ۔ افواہیں پھیلانے سے معاشرے کی سالمیت اور امن کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشا د ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بے سوچے سمجھے پھیلا دینا انسان کے لئے بہتیرا جھوٹ بن جاتا ہے (مسلم) ایک دوسرے سے بات سن کر بغیر تحقیق کے باتیں پھیلا دینا گناہ ہے کیونکہ اس طرح ایک آدمی کی عزت پر ناحق حملہ ہو جاتا ہے اور وہ بدنام ہو جاتا ہے ۔ حدیث میں ہے کہ ایسے لوگوں کے لئے سخت عذاب ہو گا۔ مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہئے اور جھوٹ کو سچائی کے رنگ میں بھی پیش نہیں کرنا چاہئے ۔ کیونکہ جھوٹ ایک زہر ہے جس سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور جہنم میں جا پہنچتا ہے۔ اگرانسان ہنسی مذاق میں ہی جھوٹ کی عادت ڈال دے تو پھر وہ سنجیدہ جھوٹ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ(الحج:31)جھوٹ بولنے سے بچو۔آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ صادق القول اور راستباز تھے۔ آپؐ جھوٹ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرتے تھے اور فرماتے تھے ۔ وہ جھوٹ حرام ہے جو محض ہنسانے اور خوش کرنے کے لئے ہو۔ آپؐ فرماتے تھے۔ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو بات کرتا ہے اور اس میں جھوٹ بولتا ہے تا کہ اس سے لوگوں کو ہنسائے اس کے لئے ہلاکت وتباہی ہے پھر اس کے لئے ہلاکت وتباہی ہے۔

جھوٹی گواہی کبھی نہیں دینی چاہئے۔خواہ وہ اپنی ماں باپ، حقیقی بھائی یا رشتہ دارکے متعلق ہو ۔اللہ تعالیٰ مومنوں کی یہ صفت بیان فرماتا ہے کہ وہ جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔بات بات میں قسم نہیں کھانی چاہئے۔مومنوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لغو قسموں سے اعراض کرتے ہیں۔یہ بہت بُری خصلت ہے کہ انسان جس کے پاس جائے اس کی بات کرے ، یہ منافقت ہے ۔ اِدھر کی بات سن کر اُدھر اور اُدھر کی بات سن کر اِدھر نہیں بتانی چاہئے کیونکہ اس سے فساد پھیلتا ہے۔

کسی کی تعریف کرتے ہوئے مبالغہ اختیار نہ کیا جائے۔ ایسی مدح مکروہ ہے۔ گفتگو کے درمیان کسی کی بات کاٹنی نہیں چاہئے۔جب ایک شخص گفتگو کر رہا ہو تو اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کی بات سننی چاہئے۔جب دو شخص باہم گفتگو کر رہے ہوں اور وہ اس بات کو ناپسند کرتے ہوں کہ کوئی شخص ان کی گفتگو سنے تو تجسس نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی کان لگا کر ان کی بات سننی چاہئے۔ بزرگوں کے سامنے اُونچی آواز کے ساتھ بات چیت نہیں کرنی چاہئے۔بلکہ ادب کے ساتھ ان سے گفتگو کی جائے۔ اگر کوئی مجلس میں نا مناسب گفتگو کرے تو اسے مطلع کر دینا چاہئے اور اگر کوئی شخص اچھی بات کہے تو اس کی داد دینا بھی جائز ہے ۔اگر بیت الخلا میں ہوں تو کسی سے گفتگو نہیں کرنی چاہئے ۔

پس ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی زبان کی حفاظت کریں ۔ اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے کسی کو دکھ نہ دیں ۔جب بھی بات کریں توسچ بولیں ۔ ہمیں چاہئے کہ ہم راست گفتار بن جائیں اور کلام کے سب آداب کو مد نظر رکھتے ہوئے ہمیشہ رفق اور ملاطفت کے ساتھ گفتگو کریں ۔تا خدائے کلیم کے پاک کلام اور خوشخبریوں سے ہم مشرف ہو سکیں۔

## ایڈیٹر کی ڈاک

### تاثرات۔آراء۔تجاویز

مکرم اکبر ظفر لکھتے ہیں:

ہم ویب سائیٹ روزنامہ الفضل لندن آن لائن کودیکھ کر اور اس سے استفادہ کرکے بہت خوش ہیں۔یہ ہمارے علم میں اضافے کاموجب ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی کی بدولت ہے۔

انیس احمد ندیم۔جاپان

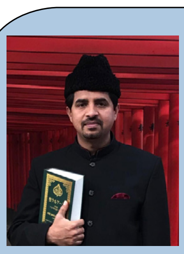

# عصرِ حاضر میں مذہب کو درپیش سب سے بڑا چیلنج۔خدا تعالیٰ پر ایمان

## ”خدا کے وجود کا پتہ دینے والے اور اس کے واحد لاشریک ہونے کا علم لوگوں کو سکھلانے والے صرف انبیاءؑ ہیں“ حضرت مسیح موعودؑ

مختلف تجزیے اور تحقیقات اس طرف اشارہ کررہی ہیں کہ دنیا میں خدا پر ایمان لانے والوں کی تعداد مسلسل کم ہورہی ہے ۔ اس سے بھی بڑا چیلنج یہ درپیش ہے کہ بڑی عمر کے افراد کی نسبت نوجوان اس لہر سے زیادہ متاثر ہورہے ہیں ۔گویا مستقبل میں یہ چیلنج مزید سنگین صورت اختیار کرتا نظر آرہا ہے۔ Pewforum کے تحت 2018ء میں ہونے والی ایک ریسرچ کے مطابق کوریا میں بڑی عمر کے افراد63فیصد اور ان کی اگلی نسل 39 فیصد مذہب سے وابستہ ہے،آسٹریلیا میں یہ شرح 43 فیصدبمقابلہ 66فیصد اور جاپان میں 31فیصد بمقابلہ49 فیصد تھی۔اسی طرح مذہب کی ضرورت،مذہبی پروگراموں میں شمولیت اور مذہب سے وابستگی کے معاملہ میں ہر خطۂ ارضی کم و بیش اسی صورتحال کا شکار نظر آتاہے۔

دوسری طرف مذہبی تحریکات کی شبانہ روز تگ و دو اورمختلف مذاہب اور تنظیموں کی طرف سے عبادت گاہوں اور معابد کی تعمیر اور تزئین وآرائش کے باوجود نئ نسل کو مذہب سے وابستہ رکھنے اور خدا پر ایمان کا عقیدہ راسخ کرنے کی کاوشیں کامیاب نہیں ہوپا رہیں

قرآن کریم کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ مقدس کام انبیاء اور مرسلین کے سپرد کر رکھا ہے اور ان سے وابستگی ہی وہ عروہ وثقی ہے جس کے نتیجہ میں خدا پر ایمان کا عقیدہ قائم رہ سکتا ہے،خدا تعالیٰ پر ایمان مضبوط ہوسکتا ہے اور خدا کی پہنچان اور عرفان انہی مقدس اساتذہ کی بدولت سیکھا اور سمجھا جاسکتا ہے۔

امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”خدا کے وجود کا پتہ دینے والے اور اس کے واحد لاشریک ہونے کا علم لوگوں کو سکھلانے والے صرف انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور اگر یہ مقدس لوگ دنیا میں نہ آتے تو صراط مستقیم کا یقینی طور پر پانا ایک ممتنع اور محال امر تھا۔“

(حقیقۃ الوحی،روحانی خزائن جلد 22صفحہ 114)

اس فلسفہ اور حقیقت کو مزید وضاحت سے بیان کرتے ہوئے آپؑ نے یہ لطیف اشارہ فرمایا ہے کہ خدا پر ایمان رسولوں پر ایمان سے وابستہ ہے۔

”خدا نے اپنی ذات پر ایمان لانا رسولوں پر ایمان لانے سے وابستہ کیا ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ انسان میں توحید قبول کرنے کی استعداد اس آگ کی طرح رکھی گئی ہے جو پتھر میں مخفی ہوتی ہے۔ اور رسول کا وجود چقماق کی طرح ہے جو اس پتھر پر ضرب توجہ لگا کر اس آگ کو باہر نکالتا ہے۔ پس ہرگز ممکن نہیں کہ بغیر رسول کی چقماق کے توحید کی آگ کسی دل میں پیدا ہو سکے توحید کو صرف رسول زمین پر لاتا ہے اور اسی کی معرفت یہ حاصل ہوتی ہے۔ خدا مخفی ہے اور وہ اپنا چہرہ رسول کے ذریعہ دکھلاتا ہے۔“

(حقیقۃ الوحی،روحانی خزائن جلد 22صفحہ 131)

قرآن کریم پر غور کریں تو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے انبیاء و مرسلین کے پیغا م میں ایک قدر مشترک نظرآتی ہے کہ وہ خدا کی پہچان اور خدا تعالیٰ کے عرفان کا مشن لے کر مبعوث ہوتے اور توحید کے پرچارک اور پرستار بن کر پورے خلوص اور جوش سے نوع انسان کواُن کے خالق و معبود کی طرف دعوت دیتے ہیں:۔

### حضرت نوح علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یقیناً ہم نے نوح کو بھی اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔ پس اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں۔ یقینا میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتاہوں۔ (الاعراف:60)

### حضرت ابراہیم علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کیا تُو نے اس شخص پر غور کیا جس نے ابراہیم سے اس کے ربّ کے بارہ میں اس بات پر جھگڑا کیا کہ اللہ نے اسے بادشاہت عطا کی تھی۔ جب ابراہیم نے کہا میرا ربّ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ اس نے کہا میں (بھی) زندہ کرتا ہوں اورمارتا ہوں۔ ابراہیم نے کہا یقیناً اللہ سورج کو مشرق سے لاتا ہے تُو اسے مغرب سے لے آ، تو وہ جس نے کفر کیا تھا مبہوت ہوگیا۔ اور اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

(البقرہ:259)

### حضرت لوط علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

یقیناً میں تمہارے لئے ایک امانت دار پیغمبر ہوں۔پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو۔(الشعراء:163تا164)

### حضرت یوسف علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور میں نے اپنے آباء و اجداد ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے دین کی پیروی کی۔ ہمارے لئے ممکن نہ تھا کہ اللہ کے ساتھ کسی چیزکو شریک ٹھہراتے۔ یہ اللہ کے فضل ہی سے تھا جو اس نے ہم پر اور (مومن) انسانوں پر کیا لیکن اکثر انسان شکر نہیں کرتے۔ (یوسف:39)

### حضرت ہود علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور عاد کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی ہود کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اور تم تو محض افتراء کرنے والے ہو۔

(ہود:51تا58)

### حضرت صالح علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو (بھیجا)۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارا اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اسی نے زمین سے تمہیں پروان چڑھایا اور تمہیں اس میں آباد کیا۔ پس اس سے استغفار کرتے رہو پھر اسی کی طرف توبہ کے ساتھ جھکو۔ یقیناً میرا ربّ قریب ہے (اور دعا) قبول کرنے والاہے۔ (ہود:62)

### حضرت شعیب علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو (ہم نے بھیجا)۔ اس نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور ماپ اور تول میں کمی نہ کیا کرو۔ یقیناً میں تمہیں دولت مند پاتا ہوں اور میں تم پر ایک گھیر لینے والے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ (ھود:85)

### حضرت موسیٰ علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور موسیٰ نے کہا اے فرعون! میں یقینا تمام جہانوں کے ربّ کی طرف سے ایک رسول ہوں۔ (الاعراف:105)

### حضرت سلیمان علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اور اُس (یعنی سلیمان) نے اُسے اُس سے روکا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کیا کرتی تھی۔ یقیناً وہ کافر قوم میں سے تھی۔ اسے کہا گیا: محل میں داخل ہوجا۔ پس جب اس نے اسے دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھا لیا۔ اُس (یعنی سلیمان) نے کہا یہ تو ایک ایسا محل ہے جو شیشوں سے جڑا ہوا ہے۔ اس (ملکہ) نے کہا اے میرے ربّ! یقینا میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ اور (اب) میں سلیمان کے ساتھ اللہ، تمام جہانوں کے ربّ کی فرمانبردار ہوتی ہوں۔

(النمل:44-45)

### حضرت الیاس علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کیا تم بعل کو پکارتے ہو اور پیدا کرنے والوں میں سے سب سے بہترکو چھوڑ دیتے ہو۔

اللہ کو۔ جو تمہارا بھی ربّ ہے اور تمہارے پہلے آباء و اجداد کا بھی۔ (الصّٰفّٰت:126تا127)

### حضرت عیسیٰ علیہ السلام

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

پس جب عیسیٰ نے اُن میں انکار (کا رجحان) محسوس کیا تو اس نے کہا کون اللہ کی طرف (بلانے میں) میرے انصار ہوں گے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے انصار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لے آئے ہیں اور تُو گواہ بن جا کہ ہم فرمانبردار ہیں۔

(آل عمران:53)

### حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

تُو کہہ دے کہ اے انسانو! یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ پس ایمان لے آؤ اللہ پر اور اس کے رسول نبی اُمی پر جو اللہ پر اور اس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے اور اُسی کی پیروی کرو تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ (الاعراف:159)

### خدا کی حقیقت صرف انبیاء کے ذریعہ منکشف ہوتی ہے۔

زمانے کے امام حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

”انبیاء علیہم السلام دوسروں کے لئے کوشش کرتے ہیں لوگ سوتے ہیں اور وہ ان کے لئے جاگتے ہیں ۔ اور لوگ ہنستے ہیں اور وہ ان کے لئے روتے ہیں اور دنیا کی رہائی کے لئے ہر ایک مصیبت کو بخوشی اپنے پر وارد کر لیتے ہیں۔ یہ سب اس لئے کرتے ہیں کہ تا خدا تعالیٰ کچھ ایسی تجلی فرماوے کہ لوگوں پر ثابت ہو جاوے کہ خدا موجود ہے اور مستعد دلوں پر اس کی ہستی اور اس کی توحید منکشف ہو جاوے تا کہ وہ نجات پائیں۔ پس وہ جانی دشمنوں کی ہمدردی میں مر رہتے ہیں۔ اور جب انتہا درجہ پر ان کا درد پہنچتا ہے اور ان کی درد ناک آہوں سے (جو مخلوق کی رہائی کے لئے ہوتی ہیں) آسمان پر ہو جاتا ہے۔ تب خدا تعالیٰ اپنے چہرہ کی چمک دکھلاتا ہے اور زبردست نشانوں کے ساتھ اپنی ہستی اور اپنی توحید لوگوں پر ظاہر کرتا ہے۔ پس اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدادانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی...

پس میں ہمیشہ تعجب کی نگہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہاء معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے

جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار فاضہ اس کے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے ۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے ۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک کہ ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی،روحانی خزائن جلد 22صفحہ 118،119)

## عصرِ حاضر میں درپیش اس چیلنج کا حل

آپؑ فرماتے ہیں۔

’’اب پھر وہی وقت ہے اور ویسا ہی زمانہ ۔ پس اس وقت بھی خدا کی ہستی کا یقین اسی ذریعہ سے ہو گا جس ذریعہ سے ابتداء میں ہوا تھا۔ اسلام وہی اسلام ہے لہٰذا اس کی کامیابی اور سرسبزی کے بھی وہی ذریعے ہیں جو ابتداء میں تھے۔ اب بھی ضرورت ہے تو اس بات کی کہ خدا کے چہرہ نما ہیبت ناک اقتداری نشانات ظاہر ہوں اور یقین جانو کہ کوئی شخص گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا۔ جب تک خدا تعالیٰ کی معرفت کامل نہ ہو۔ یہ گناہ اور طرح طرح کے معاصی جو چاروں طرف دنیا میں بھرے پڑے ہیں ان کے دور کرنے کے واسطے صرف خشک ایمان کافی نہیں۔ کیا وہ خوف خدا جیسا کہ چاہئے دنیا میں موجود ہے ؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اصل میں انسان نفس امارہ کی زنجیروں میں ایسا جکڑا ہوا ہے جیسے کوئی چڑیا کا بچہ ایک شیر کے پنجے میں۔ جب تک اس نفس کے پنجے سے نجات نہ پا جاوے تب تک تبدیلی محال ہے اور گناہ سے بچنا مشکل۔ مگر دیکھو اگر ابھی ایک ہیبت ناک زلزلہ آجاوے اور درودیوار اور مکان کا چھت لرزنے لگے تو دلوں پر ایک ایسی ہیبت طاری ہو گی اور ایسا خوف دلوں پر چھاجائے گا کہ اس وقت گناہ کا خیال تک بھی دلوں میں نہ رہے گا۔ ایک خطرناک مہلک مرض کے وقت جو حالت انسان کی ہوتی ہے وہ امن اور آرام و آسائش کی زندگی میں ہرگز ممکن نہیں ۔

انسان اپنی حالت میں تبدیلی پیدا کرنے کے واسطے خدا تعالیٰ کی تجلیات اور زبردست نشانوں کا محتاج ہے ضروری ہے کہ خدا کوئی ایسی راہ پیدا کر دے کہ انسان کا ایمان خدا تعالیٰ پر تازہ اور پختہ ہو جاوے اور صرف زبان تک ہی محدود نہ رہے بلکہ اس ایمان کا اثر اس کی عملی حالت پر بھی ظاہر ہو جاوے۔‘‘

(ملفوظات جلد 5صفحہ 589)

## بقیہ از صفحہ8۔جامعہ میں گزرے ماہ و سال

بقیہ از صفحہ8

میرے پاس جو کچھ ہے وہ بنیادی طور پر جامعہ احمدیہ اور اس کے اساتذہ کرام کی برکت ہی ہے جس نے میرے اندر مزید علم حاصل کرنے استعداد پیدا کردی۔ اللہ تعالیٰ جامعہ احمدیہ ربوہ کو ہمیشہ آباد رکھے۔ اور اس کی برکت سے جامعہ احمدیہ کے نام پر دنیا کے مختلف ممالک میں جو بھی ادارے قائم ہوئے ہیں مولا کریم ان کو بھی قائم رکھے اور مزید وسعت عطا فرمائے اور ان کے اساتذہ کرام کو بھی ان بزرگوں کے کردار کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز طلباء کو بھی ان مقاصد کو ہمیشہ اپنے ذہنوں میں مستحضر رکھنے کی توفیق دے جن کی طرف حضرت اقدس مسیح موعودؑ اور آپؑ کے خلفاء توجہ دلاتے آئے ہیں۔

******

# عہدیداران کو انصاف کے تقاضے پورے کرنے کی ہدایت

حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’عہدیداروں کو تو ایک اصولی ہدایت قرآن نے دے دی ہے کہ انصاف کے تمام تقاضے پورے کرنے ہیں ۔ اگر کوئی غور کرے اور سوچ کہ انصاف کے کیا کیا تقاضے ہیں تو اس کے بعد کچھ بات رہ نہیں جاتی۔ لیکن ہر کوئی اس طرح گہری نظر سے سوچتا نہیں۔ اس طرح سوچا جائے جس طرح ایک تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والا سوچتا ہے تو پھر تو اس کی یہ سوچ کر ہی روح فنا ہو جاتی ہے کہ انصاف کے تقاضے پورے کرنے ہیں۔ لیکن نصیحت کیونکہ فائدہ دیتی ہے جیسا کہ میں نے کہا باتوں سے اور جگالی کرتے رہنے سے یا ددہانی ہوتی رہتی ہے۔ بعض باتوں کی وضاحت ہو جاتی ہے اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ مزید ذرا وضاحت کھول کر کر دی جائے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ عہدیدار اس بات کو یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو یہ حکم فرمایا ہے کہ وَالۡکٰظِمِیۡنَ الۡغَیۡظَ وَ الۡعَافِیۡنَ عَنِ النَّاسِ(آل عمران:135) یعنی غصہ دبا جانے والے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے ہوں۔تو اس کے سب سے زیادہ مخاطب عہدیداروں کو اپنے آپ کو سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ ان کی جماعت میں جو پوزیشن ہے جو ان کا نمونہ جماعت کے سامنے ہونا چاہئے وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ مکمل طور پر اپنے آپ کو عاجز بنائیں۔ اگر اصلاح کی خاطر کبھی غصے کا اظہار کرنے کی ضرورت پیش بھی آجائے تو علیحدگی میں جس کی اصلاح کرنی مقصود ہو ،جس کا سمجھانا مقصود ہواس کو سمجھا دینا چاہئے۔ تمام لوگوں کے سامنے کسی کی عزت نفس کو مجروح نہیں کرنا چاہئے اور ہر وقت چڑ چڑے پن کا مظاہرہ نہیں ہونا چاہئے۔ یا کسی بھی قسم کے تکبر کامظاہرہ نہیں ہونا چاہئے۔ اصلاح کبھی چڑنے سے نہیں ہوتی بلکہ مستقل مزاجی سے درد رکھتے ہوئے اور دعا کے ساتھ نصیحت کرتے چلے جانے سے ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے اور ایک آدھ دفعہ کی جو غلطی ہے، اگر کوئی عادی نہیں ہے تو اصلاح کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ عفو سے کام لیا جائے۔ معاف کر دیا جائے، درگزر کر دیا جائے۔

اس لئے یہاں بھی (مراد فرانس میں ) اور دنیا میں ہر جگہ جہاں جہاں بھی جماعتیں قائم ہیں ، جماعتی عہدیدار بھی اور ذیلی تنظیموں کے عہدیدار بھی اپنے رویوں میں ایک تبدیلی پیدا کریں۔ لوگوں سے پیار اور محبت کا سلوک کیا کریں۔ خاص طور پر بعض جگہ لجنہ کی طرف سے شکایات زیادہ ہوتی ہیں اور ان میں بھی خاص طور پر بچیوں یا نوجوان بچیوں اورنئے آنے والیوں جنہوں نے نظام کو پوری طرح سمجھا نہیں ہوتا، ان کے لیے تربیت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس لیے ان کے لئے بہت خیال رکھنا چاہئے۔ کیونکہ تربیت کرنے کی جیسی آپ چھاپ لگا دیں گے بچوں پر بھی اور نئے آنے والوں پر بھی۔ آئندہ نمونہ بھی ویسے ہی نکلیں گے، آئندہ عہدیدار بھی ویسے ہی بنیں گے۔ تو خلاصہ یہ کہ غصے کو دبانا ہے اور عفو سے کام لینا ہے درگزر سے کام لینا ہے۔ لیکن یہ نرمی بھی اس حد تک نہ ہو کہ جماعت میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔ ایسی صورت میں بہرحال اصلاح کی کوشش بھی کرنی ہے …

پھر عہدیداروں میں جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اگر اپنے خلاف ہی شکایت ہو تو سننے کا حوصلہ ہونا چاہیے۔ ہمیشہ سچی بات کہنے سننے کرنے کی عادت ڈالیں۔ چاہے جتنا بھی کوئی عزیز یا قریبی دوست ہو اگر اس کی صحیح شکایت پہنچتی ہے تو اس کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے۔اگر یہ انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتے تو بہتر ہے کہ معذرت کر دیں کہ فلاں وجہ سے میں اس کام سے معذرت چاہتا ہوں۔ کیونکہ کسی ایک شخص کا کسی خدمت سے محروم ہونا اس سے زیادہ بہتر ہے کہ پوری جماعت میں یا جماعت کے ایک حصے میں بے چینی پیدا کی جائے۔ یاد رکھیں جو عہد ہ بھی ملا ہے چاہے وہ جماعتی عہدہ ہو یا ذیلی تنظیموں کا عہدہ ہو اس کو ایک فضل الٰہی سمجھیں۔ پہلے بھی بتا آیا ہوں اس کو اپنا حق نہ سمجھیں۔ یہ خدمت کا موقع ملا ہے تو حکم یہی ہے کہ جو لیڈر بنایا گیا ہے وہ قوم کا خادم بن کر خدمت کرے۔ صرف منہ سے کہنے کی حد تک نہیں۔ چار آدمی کھڑے ہوں تو کہہ دیا جی میں تو خادم ہوں بلکہ عملاً ہر بات سے ہر فعل سے یہ اظہار ہوتا ہو کہ یہ واقعی خدمت کرنے والے ہیں اور اگر اس نظریے سے بات نہیں کہہ رہے تو یقیناپوچھے جائیں گے۔ جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے اس کو پوری طرح ادانہ کرنے کی وجہ سے یقیناً جواب طلبی ہوگی۔‘‘

(خطبہ جمعہ 31دسمبر 2004ء)

## دوہری خوشخبری

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

’’جن دنوں پاکستان کے حالات کی وجہ سے بعض شدید کرب میں راتیں گزریں تو صبح کے وقت الہاماً بڑی شوکت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:’’السلام علیکم‘‘اورایسی پیاری ایسی روشن کھلی آواز تھی اور آواز مرزا مظفر احمد کی معلوم ہورہی تھی یعنی بظاہر جو میں نے سنی آواز اور یوں لگ رہاتھا جیسے وہ میرے کمرے کی طرف آتے ہوئے السلام علیکم کہتے ہوئے باہر سے ہی شروع کر دیا السلام علیکم کہنا اور اندر داخل ہونے سے پہلے السلام علیکم کہتے ہوئے آنے والے ہیں۔ تو اس وقت تو خیال بھی نہیں تھا کہ یہ الہامی کیفیت ہے کیونکہ میں جاگا ہوا تھا پوری طرح لیکن جو ماحول تھا اس وقت اس سے تعلق کٹ گیاتھا۔ چنانچہ فوراً میرا ردعمل ہوا کہ میں اٹھ کر باہر جاکر ملوں ان کواور اسی وقت وہ کیفیت جو تھی وہ ختم ہوئی اور مجھے پتہ چلا کہ یہ تو خداتعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ السلام علیکم کا وعدہ دیاہے بلکہ ظفرکا وعدہ بھی ساتھ عطا فرما دیا ہے کیونکہ مظفر کی آواز میں ’’السلام علیکم‘‘پہنچانا یہ ایک بہت بڑی اور دوہری خوشخبری ہے اورپہلے بھی ظفراللہ خاں ہی خداتعالیٰ نے دکھائے اور دونوں میں ظفر ایک قدر مشترک ہے … خدا کی آوازمیں السلام علیکم جماعت کو میں پہنچاتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ یہ سلامتی آپ کے مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ کوئی نہیں جو اس سلامتی کومٹا سکے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 16نومبر 1984ء)

## رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ کے اخلاق

حضرت ام سلمہؓ بیان کیا کرتی تھیں کہ مجھے ابو سلمہؓ نے بتایا تھا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے ایک حدیث سنی ہے کہ کسی بھی شخص کو جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کرتا ہے کہ ہم اللہ کے ہیں اور اسی طرف واپس لوٹائے جائیں گے۔ اے اللہ !اس مصیبت کا اجر اور بہترین بدلہ مجھے عطا فرما تو اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ اسے عطا کرتا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو سلمہؓ فوت ہوگئے تو میں نے بھی یہی الفاظ دہرائے۔ (ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ماجاء فی الصبر علی المصیبۃ)

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب ان کے پہلے خاوند حضرت ابوسلمہؓ کی وفات ہوئی تو آنحضرتؐ نے تشریف لاکر مجھے تحریک کی کہ اس موقع پر یہ دعا کرو کہ ’’ اے اللہ! اس مصیبت میں مجھے صبر کی توفیق دے اور اس کا بہتر بدلہ مجھے عطا کر۔

حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ یہ دعاکرتے ہوئے میں نے دل میں سوچا کہ کیا ابو سلمہؓ سے بہتر بھی کوئی شخص ہوسکتا ہے ؟‘‘ لیکن آنحضرت ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں میں نے یہ دعا کی اور پھر واقعۃً اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان سے کہیں بہتر وجودیعنی آنحضرت ﷺ مجھے عطا فرمادئے۔

(مسلم کتاب الجنائز باب مایقال عند المصیبۃ)

جب آنحضرت ﷺ کی طرف سے ام سلمہؓ کو نکاح کاپیغام گیا تو انہوں نے کچھ تردّد کے ساتھ بعض عذر پیش کئے کہ میں ایک غیور اور عمر رسیدہ عورت ہوں مجھے سوکن کو برداشت کرنا مشکل ہوگا۔دوسرے میری اولاد زیر کفالت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایاکہ عمر آپ کی زیادہ ہے تو میری بھی زیادہ ہے ۔اور غیور ہونے کی جہاں تک بات ہے تو اللہ تعالیٰ وہ ناواجب غیرت دعاسے دور کردے گا۔ باقی رہی آپ کی اولاد تو وہ ہماری بھی اولاد ہوگی آنحضور ﷺ نے جب انہیں ہر پہلو سے تسلی کرا دی تو بالآخر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کی شادی ہوگئی۔ (مسند احمد جلد6ص313)

## خلافت کا نظام جاری رہے گا

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

’’خلافت قائم رکھنے کا وعدہ ان لوگوں سے ہے جو مضبوط ایمان والے ہوں اور نیک اعمال کر رہے ہوں۔ جب ایسے معیار مومن قائم کر رہے ہوں گے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کے مطابق خلافت کا نظام جاری رکھے گا۔ نبی کی وفات کے بعد خلیفہ اور ہر خلیفہ کی وفات کے بعدآئندہ خلیفہ کے ذریعہ سے یہ خوف کی حالت امن میں بدلتی چلی جائے گی۔اور یہی ہم گزشتہ 100سال سے دیکھتے آ رہے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہوں اور دنیا کے لہو و لعب ان کو متاثر کرکے شرک میں مبتلا نہ کررہے ہوں۔ اگر انہوں نے ناشکری کی، عبادتوں سے غافل ہو گئے ،دنیاداری ان کی نظر میں اللہ تعالیٰ کے احکامات سے زیادہ محبوب ہو گئی تو پھر اس نافرمانی کی وجہ سے وہ اس انعام سے محروم ہو جائیں گے۔ پس فکر کرنی چاہئے ان لوگوں کو جو خلافت کے انعام کی اہمیت نہیں سمجھتے۔ یہ خلیفہ نہیں ہے جو خلافت کے مقام سے گرایا جائے گا بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو خلافت کے مقام کو نہ سمجھنے کی وجہ سے فاسقوں میں شمار ہوں گے۔ تباہ وہ لوگ ہوں گے جو خلیفہ یا خلافت کے مقام کونہیں سمجھتے، ہنسی ٹھٹھا کرنے والے ہیں۔ پس یہ وارننگ ہے، تنبیہ ہے ان کو جو اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ یا یہ وارننگ ہے ان کمزور احمدیوں کو جو خلافت کے قیام و استحکام کے حق میں دعائیں کرنے کی بجائے اس تلاش میں رہتے ہیں کہ کہاں سے کوئی اعتراض تلاش کیاجائے۔‘‘

(الفضل 5 جولائی 2005ء)

## حضرت مسیح موعودؑ کے عقیدت مند۔برصغیر کے دو نامور صحافی

## مولوی عبدالقدوس قدسی دہلوی۔مولوی عبد الرحمٰن راسخ دہلوی

انیسویں صدی کے آخری عشروں میں جن اصحاب نے اردو ادب اور اردو صحافت کے حوالے سے نام کمایا ہے ان میں مولوی عبد القدوس قدسی دہلوی اور مولوی عبد الرحمٰن راسخ دہلوی بھی شامل ہیں، نام سے ظاہر ہے کہ دونوں کا تعلق دہلی سے تھا اور دونوں آپس میں کزن تھے ، مولوی عبدالرحمٰن راسخ مولوی عبدالقدوس قدسی کے ماموں زاد بھائی تھے۔ دونوں اچھے شاعر تھے اور دونوں اردو صحافت کے ساتھ بھی وابستہ تھے۔ مولوی عبد القدوس قدسی نے دہلی سے یکم مارچ1885ء کو اخبار’’صحیفہ قدسی‘‘ کا اجراء کیا، آپ کے تعارف میں لکھا ہے۔

’’اس اخبار کے مالک و ایڈیٹر مولانا قدسی صاحب ہیں جو وقائع نگاری میں یدِطولی رکھتے ہیں، نظم و نثر میں مولانا صاحب شہرہ آفاق ہیں۔ قدسی صاحب کی لیاقت و قابلیت محتاجِ بیان نہیں، آپ کی عبارت برجستہ اور رنگین اور خیالات پاکیزہ ہیں۔ حالانکہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا کہ اس اخبار نے اُن اخبارات کے ساتھ جو عمر طبعی کو پہنچ کر پیر نابالغ کہلاتے ہیں، ہمسری کا دعویٰ پیدا کر لیا ہے بلکہ ایک دو قدم ان سے بڑھ کر چلتا ہے۔ اس اخبار کی قدر و منزلت بدرجہ اولیٰ سمجھی جاتی ہے۔‘‘

(اختر شہنشاہی صفحہ 168،167 تالیف حاجی سید محمد اشرف۔ بار اوّل جون 1888ء مطبع اختر پریس میں لکھنؤ)

مولوی عبد الرحمٰن راسخ (ولادت: 1863ء - وفات: 1907ء) کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے تھا، دینی تعلیم بھی اچھی تھی۔ آپ کو نظم و نثر میں ملکہ حاصل تھا، بہت جلد اہل علم طبقہ میں جانے جانے لگے۔ اُس زمانہ کے بعض اخبارات مثلاًخیر خواہ عالم ، افضل الاخبار اور دہلی پنچ و غیرہ کی ادارت بھی سنبھالی۔ 1893ء میں دہلی سے ماہنامہ’’گلدستہ‘‘جاری کیا جس میں ہندوستان کے نامی شعراء کی عمدہ غزلیں اور نظمیں چھپتی تھیں۔ آپ کا مجموعہ کلام ’’دیوان راسخ‘‘ اور ’’کلیات راسخ‘‘ کے نام سے شائع شدہ ہے۔ مثنوی مولانا روم کی شرح پر آپ کی کتاب ’’کتاب مرقوم‘‘بھی آن لائن دستیاب ہے۔ اکتوبر 1907ء میں وفات پائی۔ آپ کی وفات پر قدسی نے آپ کے مختصر ذکر خیر کے ساتھ قطعات بھی کہے ۔

(ماہنا مہ ’’مخزن‘‘ لاہوردسمبر 1907 صفحہ 60)

یہ دونوں صاحبان (قدسی صاحب اور راسخ صاحب ) گو کہ احمدی نہیں تھے لیکن حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ عقیدت و اخلاص رکھتے تھے۔حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضرت چودھری رستم علیؓ کے ایک خط کے جواب میں اپنے ایک مکتوب محررہ 30دسمبر 1886ء میں تحریر فرمایا۔

’’سردار کی بات بالکل فضول اور دروغ معلوم ہوتی ہے۔ ’’صحیفہ قدسی‘‘بہت مدت سے میرے پاس آتا ہے اور اس کا ایڈیٹر ایک دوست آدمی ہے۔ اُس میں مجال نہیں کہ کوئی مخالف مضمون چھپے۔‘‘ (مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 489)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ اس کے نیچے نوٹ میں لکھتے ہیں۔

’’صحیفہ قدسی کے ایڈیٹر مولوی عبدالقدوس قدسی مرحوم تھے اور فی الحقیقت حضرت اقدس سے ان کو محبت و اخلاص تھا۔ مقدمہ کرم دین میں وہ بطور گواہ پیش ہوئے۔الحکم کے خریدار تھے۔‘‘

مولا نا راسخ مرحوم بھی قادیان حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہو چکے تھے، حضرت پیر سراج الحق نعمانی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں۔

’’سر ساوہ سے سہارنپور سات کوس ہے، وہاں گیا۔ اسٹیشن پر ایک صاحب امیر کبیر کی عالی شان کوٹھی اور باغیچہ ہے...... ایک دفعہ وہ دارالامان معہ مولوی عبدالرحمن صاحب راسخ دہلوی متوفٰی گئے تھے ، ان مولوی عبدالرحمٰن صاحب سے بھی میرا اس وقت تعارف اور ملاقات تھی کہ جب میں بھی پڑھتا تھا اور یہ بھی پڑھتے تھے، مولوی صاحب کے ہاتھ میں درد تھا یہ زیادہ بول نہیں سکتے تھے اسی واسطے دوسرے صاحب حضرت اقدس کی خدمت میں بار بارحاضر ہوتے تھے اور یہ حضرت اقدس علیہ السلام کے ساتھ حسن عقیدت رکھتے تھے... جب دہلی میں مولوی محمد بشیر متوفی سے مباحثہ تھاتب بھی برابر اس مخالفت میں حضرت اقدسؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے ... جناب مفتی محمد صادق صاحب نے ایک .... تقریر دار الامان میں کی تھی جس کو سن کر مولوی راسخ بھی اور یہ صاحب بھی جن کا ذکر ہو رہا ہے عش عش کر گئے۔‘‘

(تذکرۃ المہدی صفحہ 18،19)

پروفیسر محمد شریف خان۔ فلاڈلفیا امریکہ

# میری زندگی میں الفضل کا خوبصورت کردار

میری عمر اس وقت چھ سات سال تھی جب میرے بھائی جان ڈاکٹر محمد حفیظ خان (حال ٹورنٹو، کینیڈا) کی شادی قادیان دارالامان میں حضرت بھائی مرزا برکت علی صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دختر نیک اختر کے ساتھ طے پا ئی۔ اباجی، ڈاکٹر حبیب اللہ خان نے اپنے اکثر غیراحمدی رشتہ داروں کو اس تقریبِ سعید میں مدعو کیا تھاکہ اس بہانے قادیان آ کر یہاں کا ماحول دیکھیں۔اُن مدعووین میں ابا جی کے ایک قریبی رشتہ دار مولوی مدد علی صاحب جو وزیر آباد میں احمدیت کے معاند بھی شامل تھے۔ مو صوف ہائی اسکول میں عربی کے ٹیچر تھے،انہیں اپنے علم پر بڑامان تھا۔ دو تین دن قادیان میں ٹھہرے، اس دوران ’’الفضل‘‘ میں بھائی جان کی شادی کی خبر شائع ہو ئی۔مولوی موصوف نے اباجی سے الفضل کا شمارہ لیا۔اعلان کے الفاظ کی شستگی اور دعا کی درخواست سے جل بھن گئے۔ یہ کہتے ہو ئے کہ ’’دیکھتا ہوں تمہارے خلیفہ اور تمہاری دعائیں کیسے قبول ہو تی ہیں،میں پیشگو ئی کر تا ہوں، یہ شادی مہینہ بھی نہیں چلے گی‘‘۔مولوی نے اتنا شورو غوغا مچایا تھا ، کہ یہ واقعہ میری یاد داشت میں اب تک نقش ہے۔ الفضل کا شمارہ جس رعونت کے ساتھ انہوں نے طے کر کے اپنے تھیلے میں گھسیڑا، اس سے ان کی احمدیت سے تعصب کی غمازی ہو تی تھی۔اللہ تعالیٰ کے فضل اور احباب کی دعاؤں کے طفیل اب اس شادی سے آٹھ کُنبے جرمنی، امریکہ اور کینیڈا میں پھیلے جماعت کی دعاؤں کی قبو لیت کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔پارٹیشن کے بعدہم اپنے گا ؤں چک سان، ضلع گوجرانوالہ اپنے آبائی گھر آگئے، ابا جی افریقہ سے 1948ءمیں پیشگی ریٹائرمنٹ لے کر ہم سے آ ملے۔ ڈاک کا انتظام ٹھیک نہیں تھا، ڈاکخانہ گاؤں سے تین میل ایک پرا ئمری سکول میں تھا ۔ہلکارہ گاؤں میں نمبر دار کے پاس ڈاک پہنچا جا یا کر تا تھا، کبھی الفضل ملتا کبھی نہ ملتا۔ جب ملتا تو الفضل پر گا لیاں اوربُرے الفاظ لکھے ہو تے۔ ابا جی لا حول اور دعائیں اوریہ مصرعہ خوش الہانی سے پڑھتے ہوئے

’’حضور کا یہ خط ہے جو میرے نام آیا!‘‘

الفضل کھولتےاور اس کے مضامین میں گم ہو جا تے۔ نمازِ عصر کے بعد جب ہم قرآنِ کریم پڑھنے بیٹھتے، تو ابا جی ہمیں الفضل میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی صحت اور دوسری اہم خبریں پڑھ کر سنا تے۔ میں کچھ کچھ اردو الفاظ اُٹھا نے لگا تھا۔ مجھ سے دو تین پیرے سنتے اور مطلب بتاتے۔ ان میں حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات کے علاوہ، تربیتی مضامین اور جماعتی اور ملکی خبریں ہو تیں۔جب ہم 1952ءمیں گکھڑ منڈی منتقل ہو ئےتویہاں ڈاک کا نظام کچھ ٹھیک تھا۔ یہاں میں کلاس ششم کا طالب علم تھا، ہماری مسجد تھی، باقاعدہ باجماعت نمازیں ادا ہو تیں، صبح کی نماز کے بعد تفسیرکبیر اور عصر کے بعد ملفوظات کا درس معمول تھا۔ جمعہ میں حضرت مصلح موعودؓ کا خطبہ الفضل سے پڑھ کر سنایا جا تا۔ہم بچے نماز سے پہلے مسجد میں پہنچ کر الماری میں الفضل کے گزشتہ شماروں سے استفادہ کرتے۔1953ء کےفسادات کے دوران جب الفضل پرپا بندی لگا دی گئی۔اگر چہ یہ ہماری رگ جان کاٹ دینے کی کو شش تھی مگر دشمن ’’ الفضل ‘‘سے ہمارا رابطہ کاٹنے میں نا کام رہے، یہ روحانی پانی مسجد کی الماری میں الفضل کے گزشتہ شماروں کے کوزوں میں ذخیرہ ہمارے کام آتارہا۔ عام جہازی قدو کاٹھ کے اخبارات سے ممتاز اس چار ورقہ اخبار کے ہرصفحے پر زندہ مذہب کی زندہ حقیقتوں کو اجاگر کر تے ہو ئے زندہ مضامین ہماری روحانی اشتہا بجھاتے اورحضرت مسیح مو عودؑ اور خلیفۂ وقت کے صدا بہار ارشادات جماعت کی ہر لمحہ رہنمائی کر تے رہے۔ تعصب اور ڈھٹائی نے جوالفضل کے سیلِ رواں کو روکنے کے لئے جتنے بند باندھے تھے، جماعت کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے طفیل چند مہینوں میں تحلیل ہو کر بہہ گئے، اور سلسلۂ احمدیت کا شجر اس روحانی مائیدہ سے پھر سے مستفید ہو نے لگا۔

## وقف زند گی اور الفضل

انہی دنوں حضرت مصلح موعودؓ کے وقفِ زندگی کے موضوع پر تین چار خطبات الفضل میں چھپے، جنہوں نے احمدی والدین کے ذہنوں میں ایک ہلچل پیدا کر دی۔ان خطبات کے سننے کے بعد ابّا جی مر حوم کی ذہنی کیفیت کا اندازہ اس بات سے کیجیئے ابا جی کئی دن بے تاب سے رہے ، ایسا لگتا تھا کہ آپ کے ذہن پرکچھ بو جھ ہے ۔ آخر ایک دن مجھے اپنے پاس بلا یا اور کہا۔ شریف بیٹے! تم نے حضرت صاحب کے خطبات سنے اور پڑھے ہیں۔میری خواہش ہے تم اپنی زند گی وقف کر دو۔پہلے تمہارا بھائی منیر وقفِ زندگی تھا، شہید ہو کر اللہ کے پاس چلا گیا۔تمہارے دونوں بڑے بھائی اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہیں۔ تم ہو جو ابھی پڑھ رہے ہو۔ اگر تم زندگی وقف کر دو تو مجھے بڑی خوشی ہو گی۔میرا’’ ہاں ‘‘ میں جواب سن کر بہت خوش ہو ئے اور فوراًحضرت صاحبؓ کی خدمت میں منظوری کے لئے عریضہ لکھا اور جب حضورسے منظوری آئی تو مسجد میں مٹھائی بانٹی اور بار بار خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہے۔اور پھر مجھ سے وصیت کر وائی ، الفضل کا وہ پرچہ جس میں میری وصیت کا اعلان ہوا ، میں نے ایک عر صے تک سنبھالے رکھا، امریکہ آنے کی اکھاڑ پچھاڑ میں کہیں گم ہو گیا۔

یہاں تحدیث نعمت کے طور پر بیان کر تا چلوں، جب میں 1963 میں تعلیم الاسلام کالج میں لیکچرر مقرر ہوا اور محترم سید میر مسعود احمد مر حوم سے تعا رف ہوا تواپنے مخصوص دھیمے انداز میں مسکراتے ہو ئے فرمانے لگے’’تواچھا آپ ہیں محمد شریف ، آپ کے والد صاحب کا نام ڈاکٹر حبیب اللہ خان صاحب ہے نا اور آپ گکھڑ جماعت سے تعلق رکھتے ہیں’’، میرا ہاں میں جواب سن کر فرمایا کہ ’’جامعہ سے فراغت کے بعد میری پہلی تعیناتی دفتر دیوان وکالت تحریکِ جدید میں ہو ئی تھی۔ اور میرا سب سے پہلا کام نئے واقفین کے نام رجسٹر میں اندراج کرنا تھا۔ مجھے یاد ہے آپ کے نام کا اندراج میں نے سب سے پہلے کیا تھا‘‘۔اللہ تعالیٰ میر صاحب مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔آ مین

دنیاداروں کے لئے تو اپنے بچوں کو دینی تعلیم حاصل کرنے پر لگا دینے کا خیال ایک امتحان سے کم نہیں ہو تا۔ قربان جائیں اس جماعت کے جو خدا تعالیٰ کی رضا جو ئی کی خاطر خلیفۂ وقت کے ایک اشارے پر اپنا تن من دھن اسلام کی خدمت میں نچھاور کر نے کے لئے ہر وقت کمر بستہ رہتی ہے خلیفۂ وقت کے ادنیٰ سے اشارے پر اپنے ہو نہارنوجوان بچوں کو خدمتِ دین کے لئے خلیفہ کے قدموں میں لاڈالتی ہے ، الحمد للہ میں بھی ان خوش نصیب بچوں میں شامل ہوں۔اس جذبے میں جماعت کی الفضل کے ذریعے بتدریج تر بیت کابڑا دخل ہے۔ منظوری کی اطلاع کے بعد ابا جی مجھے مسلسل باقاعدہ الفضل پڑھنے کی تلقین کرتے رہتے۔ اور اکثر کو ئی اہم مضمون مجھ سے پڑھواکر سنتے۔مشکل مقامات پر میری راہنمائی فرماتے۔

## فضل عمر ہوسٹل میں الفضل

میٹرک کے بعد کچھ ایسے حالات پیدا ہو ئے کہ ارادہ تو جامعہ میں داخلے کا تھا، مگر جامعہ میں چھٹیوں کے باعث حضرت مو لا نا ابو العطا جالندھری پرنسپل جامعہ کی تحریک پر تعلیم الاسلام کالج میں داخل ہوا اور فضل عمر ہو سٹل میں رہا۔ ہو سٹل کے common room میں جہاں دوسرے ملکی اخبارمہیا ہو تے وہاں طلباء کی روحانی تسکین کے لئے الفضل بھی نیوز سٹینڈ پر مہیا ہوتا۔میں اور کئی لڑکے باقاعدہ الفضل کے قاری تھے، ابا جی مر حوم بھی اپنے خطوط میں الفضل پڑھنے کی تحریک کرتے رہتے۔

## لاہور میں رہائش کے دوران الفضل کی دستیابی

بی ایس سی اور ایم ایس سی کے دوران میں لاہور چار سال رہا۔ نمازِ جمعہ کے لئے مسجد احمدیہ بیرون دہلی گیٹ جاتا جہاں نماز کے بعدمیری طرح کئی لوگ الفضل کا مطالعہ کرتے۔ مربی صاحب کے پاس تو ایک ہی پر چہ آتا، مگر کئی احباب سارے ہفتے کے اخبار اکھٹے کر کے ہماری طرح کے قاریوں کے لئے مسجد لے آ تے۔اس طرح ربوہ سے تعلیمی اغراض سے دوری کا مداوا الفضل کا مطالعہ کر دیتا۔

میرے افعال و کردار کی تر بیت حضور کے ارشادات کرتے رہے۔اور میری تربیت اور رہنمائی میں الفضل میں شائع ہو نے والے مضامین نے بڑا کر دار ادا کیا۔ ہمیشہ میرے پیش نظر رہا کہ میں وقفِ زندگی ہوں، ایک فرشتہ میری نگرانی کر رہا ہے کہ میں اپنے فرائضِ منصبی میں کو تا ہی نہ کروں اور وہ فرشتہ’’ الفضل اخبار‘‘ تھا۔ تحدیث نعمت کے طور پر بیان کر تا ہوں کہ بی ایس سی کے نتائج کے مطا بق مجھے اسلامیہ کالج سے میڈل اور role of honor دیا گیا، الحمدُ للہ۔

حضرت مسیح مو عود علیہ اسلام کا درجِ ذیل ارشاد ہمیشہ میرے مدّنظر رہا’’میں ان مسلمانوں کو غلطی پر جانتا ہوں جو علومِ جدیدہ کے مخالف ہیں۔ وہ در اصل اپنی غلطی اور کمزوری کو چھپانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ ان کے ذہن میں یہ بات سمائی ہو ئی ہے کہ علومِ جدیدہ کی تحقیقات اسلام سے بد ظن کر دیتی ہے اور وہ یہ قرار دیئے بیٹھے ہیں کہ گویا عقل اور سا ئنس اسلام سے با لکل متزاد چیزیں ہیں ۔کیونکہ خود فلسفہ کی کمزوریوں کو ظاہر کر نے کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے اپنی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے یہ بات تراشتے ہیں کہ علومِ جدیدہ کاپڑھنا ہی جا ئز نہیں۔ ان کی روح فلسفہ سے کانپتی ہے اور نئی تحقیقات کے سامنے سجدہ کر تی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 43)

## الفضل دفتر کی دراز میں

بھلے وقتوں کی بات ہے جب اردو سائنس بورڈ والے ، مختلف شعبوں میں ماہر سائنس دانوں کو ان کے علم سے متعلق اردو میں کتب لکھنے کی دعوت دیا کر تے تھے ۔اس وقت کے بورڈ کے چیئر مین اشفاق احمد خان صاحب نے 1991 ءمیں مجھ سے رابطہ کیا۔ میں نے پاکستان میں پا ئے جانے والے سانپوں پر کتاب کا مسودہ لکھ کر بھجوا دیا۔ شرائط طے کر نے کے سلسلے میں اشفاق صاحب سے ان کے دفتر لاہورمیں جاکر ملا۔ کتاب کا کیا سائز ہو گا، اس پر بات کر تے ہوئے خان صاحب نے اپنی میز کی پہلی دراز کھولی اور اس میں سے الفضل کا تازہ شمارہ نکال کر میز پر پھیلا دیا اوردوہرا کر کے کہا’’آپ کے اخبار الفضل کے دوہرے سائزکے مطابق ہم کتاب چھا پیں گے‘‘۔ اللہ کے فضل سے الفضل نے میری جگہ جگہ رہنمائی کی۔

## الفضل تاریخ کے جھروکے سے

یہ قدرتی بات ہے جب کوئی کسی روشنی میں زندگی کا سفر طے کررہا ہوتا ہے، تو کبھی نہ کبھی اس کی نظرروشنی کا منبع جاننے کے لئے پیچھے اُٹھ جاتی ہے۔الفضل کا ماضی شاندار اور مستقبل تابناک ہے ، کیونکہ یہ چشمۂ رواں 18جون 1913ءبروز بدھ اپنے بانی کی معصوم مستجاب دعا’’ میں الفضل کی کشتی کے چلانے کے وقت اللہ تعالیٰ کے حضور بصد عجزو انکسار دعا کر تا ہوں کہ...اللہ کے نام کے ساتھ اور اس کی برکت سے اس کا چلنا اور لنگر ڈالنا ہو۔ تحقیق میرا رب بڑا بخشنے والا اور رحیم ہے...اس کے فیض کو لاکھوں نہیں کروڑوں پر وسیع کر اورآنے والی نسلوں کے لئے بھی اس کو مفید بنا اور بہت سی جانوں کو ہدایت ہو...‏ ہزاروں لاکھوں کوسیر اب کرتا ہوا اب دنیا کے دوسرے ممالک کو سیراب کر رہا ہے۔گو الفضل کے ماتھے کا خوبصورت جھومر آیتِ مبارکہ یقیناً فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔دنیا داروں کے خود ساختہ قوائد و قوانین نے چھین لیا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت الفضل کی دن دو گنی اور رات چو گنی ترقی سے ثابت ہے۔ خدائی فضل ہمیشہ الفضل کے ساتھ رہا ہے، اور رہےگا! انشا اللہ تعالیٰ

آخر پر بانی الفضل حضرت مصلح موعودؓ کے دو مختصر مگر اہم ارشادات نذر قارئین ہیں۔

’’آج لوگوں کے نزدیک الفضل کوئی قیمتی چیز نہیں مگر وہ دن آرہے ہیں اور وہ زمانہ آنے والا ہے جب الفضل کی ایک جلد کی قیمت ایک ہزار روپیہ ہو گی لیکن کو تاہ بین نگا ہوں سے یہ بات ابھی پوشیدہ ہے۔‘‘ (الفضل 28مارچ 1946ء)

’’اخبار قوم کی زند گی کی علامت ہو تا ہے۔ جو قوم زندہ رہنا چاہتی ہے اسے اخبار کو زندہ رکھنا چاہئے اور اپنے اخبارکے مطا لعہ کی عادت ڈالنی چا ہئے اللہ تعالیٰ آپ کو ان امور پر عمل کر نے کی تو فیق بخشے۔‘‘

(الفضل31دسمبر1954ء)

DAILY ALFAZL LONDON
(Online Edition)
ANDROID APP ON Google Play
web: www.alfazlonline.org Twitter: @alfazlonline
Email: info@alfazlonline.org WhatsApp No. 00447493785065 00447951614020
اپنے مضامین،آرٹیکلز، نظمیں اور آراء ان میں سے ایک پر بھجوائیں

ڈاکٹر محمد جلال شمس۔لندن

# جامعہ احمدیہ میں گزرے ماہ و سال کی حسین یادیں

جس دور کا میں ذکر کرنے لگا ہوں اب تو وہ قصہ بن چکا ہے۔ بس خواب و خیال کی باتیں ہی لگتی ہیں۔ ہماری رہائش محمد آباد اسٹیٹ سندھ میں تھی۔ 1959ء میں مَیں وہاں سے بغرض تعلیم ربوہ پہنچا اور تعلیم الاسلام ہائی اسکول کی آٹھویں کلاس میں داخل ہو گیا۔ میں دسویں کلاس کا طالب علم تھا کہ ایک دن اتفاق سے دفتر تحریک جدید کے اندر سے میرا گزر ہوا۔ وہاں میں نے پچاس ساٹھ نوجوان دیکھے۔ اُن کی ٹوپیاں اور شلوار قمیض دیکھ کر مجھے یوں لگا جیسے یہ فرشتوں کا کوئی اجتماع ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ لوگ یہاں کیوں جمع ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ ہمارا جامعہ احمدیہ میں داخلہ لینے کا ارادہ ہے اور اس غرض سے ہمارا یہاں آج انٹرویو ہے۔ میں نے پوچھا کہ کیا میں بھی انٹرویو دے سکتا ہوں تو انہوں نے کہا آپ دفتر سے پتہ کرلیں۔ میں نے جامعہ احمدیہ میں داخل ہونے کا فیصلہ تو بہت عرصہ پہلے ہی کر لیا تھا اور ماں باپ سے اجازت بھی لے لی تھی۔ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ میٹرک کرنے کے بعد یا مزید تعلیم حاصل کرنے کے بعد میں جامعہ احمدیہ میں داخلہ لوں گا۔ لیکن اُن نوجوانوں کو دیکھ کر میرا شوق دو چند ہو گیا اور میں نے فیصلہ کرلیا کہ ابھی جامعہ احمدیہ میں داخل ہوجانا بہتر ہے۔ اُن ایام میں ابھی مدرسہ احمدیہ کی کلاسز جاری تھیں اور جامعہ احمدیہ میں داخلہ کے لئے میٹرک پاس ہونے کی شرط نہیں تھی۔ بہرحال میں دفتر کے اندر گیا اور پوچھا کہ کیا میں بھی انٹر ویو دے سکتا ہوں؟ کہ کیوں نہیں۔ اور مجھے ایک فارم دیا کہ اس کو پُر کردوں میں نے فارم پُر کردیا۔ انٹرویو کے بعد مجھے جامعہ احمدیہ میں داخل ہونے کے قابل قرار دے دیا گیا اور اس طرح اگلے دن تعلیم الاسلام ہائی اسکول جانے کی بجائے میں جامعہ احمدیہ میں داخل ہو کر وہاں کا طالب علم بن گیا۔

اُن دنوں جامعہ احمدیہ کی عمارت بالکل نئی تعمیر ہوئی تھی۔ اور پرانی عمارت کو ہوسٹل میں تبدیل کردیا گیا تھا۔ وہ ہوسٹل بھی بہت دلچسپ تھا۔ کمروں کی کھڑکیوں میں سے اکثر کے شیشے ٹوٹے ہوئے تھے اور ان کے اوپر پھٹیاں لگاکر بند کر دیا گیا تھا۔ ایک ایک کمرہ میں آٹھ ۔ آٹھ یا نو۔نو طالب علم تھے۔ بوسیدہ عمارت کی چھتوں سے اندر کی طرف چھوٹی چھوٹی کنکریاں گرتی تھیں۔ ایک دفعہ تو قریباً دو اڑھائی کلو کا ایک ٹکڑا نیچے گرا۔ لیکن شکر ہے کہ کوئی طالبعلم زخمی نہیں ہوا۔ یہ بھی ایک معجزہ تھا۔ پورے ہاسٹل میں بجلی کا صرف ایک پنکھا تھا جو نماز والے ہال کی دیوار کے اندر نصب تھا اور باہر سے ہوا کو اندر پھینکتا تھا اکثر طالب علم دوپہر کا کھانا کھا کر اور نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد اُسی ہال میں آرام کیا کرتے تھے۔

مکرم سیّد (میر) داؤد احمد جامعہ احمدیہ کے پرنسپل تھے جن لوگوں نے ان کو دیکھا ہے وہ گواہی دیں گے کہ آپ نہایت خوش شکل ، بارعب اور خوب سیرت انسان تھے۔ ان کی شفقتوں کی ایک لمبی فہرست ہے جن کا تعلق خاکسار کی ذات کے ساتھ ہے۔ خلاصۃً میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان کی ذات کے مجھ عاجز پر ان گنت احسانات ہیں۔ مضمون میں ان کی شفقتوں ، محبتوں اور عظیم احسانات کا الگ ذکر کرچکاہوں۔ فی الحال صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ

یہ ہے ان کا مجھ پہ احساں جسے عمر بھر نہ بھولوں
میری زندگی بنادی میرے ساتھ ساتھ چل کے

جب میں جامعہ احمدیہ سے فارغ ہوا تو ایک دن میں مکرم میر صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے درخواست کی کہ آپ میری ڈائری پر کچھ تحریر فرمادیں۔ آپ نے یہ الفاظ لکھے۔

”فی امان اللہ! ہردم ۔ ہر آن۔میری دلی دعاؤں کے ساتھ جن کی گہرائیوں کو یا میں جانتا ہوں یا میرا خدا“

اللہ تعالیٰ استاذی المکرم مکرم میر صاحب مرحوم کو غریق رحمت کرے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ مکرم میر صاحب مرحوم اپنے والد مرحوم حضرت میر محمد اسحاقؓ کی تتبع میں جامعہ احمدیہ میں پہلی کلاس سے لے کر آخری کلاس تک حدیث پڑھایا کرتے تھے۔ ان کے اندر علم کی گہرائی تھی۔ مضمون پر حاوی تھے اور طلباء میں تحقیق کا جذبہ بیدار کرنے کی سعی فرماتے۔ کج بحثی ان کو پسند نہ تھی۔ لیکن کلاس میں میں نے ان کو کبھی بھی کسی طالب علم کو ڈانٹتے ہوئے نہیں دیکھا۔

ان کے علاوہ ہمارے اساتذہ میں مکرم ملک سیف الرحمٰن مفتیٔ سلسلہ ہمیں فقہ کا درس دیا کرتے تھے۔ وہ کوئی مضمون بیان فرماتے ہوئے چاروں ائمہ کی رائے بھی طلباء کے سامنے رکھتے۔ بڑے نرم طبیعت اور مہربان استاد تھے۔ ان کے علاوہ مولانا غلام باری سیف ہمیں ”کلام“ پڑھاتے تھے۔ محترم سیّد (میر) محمود احمد ہمیں عیسائیت اورموازنہ مذاہب ”Comparative Religion“ کا درس دیتے۔ مکرم قریشی نورالحق تنویر ادب عربی پڑھاتے ۔ دیگر اساتذہ میں مکرم مولانا محمد احمد جلیل،مکرم مولانا محمد احمد ثاقب، مکرم سیّد سمیع اللہ شاہ قابل ذکر ہیں۔یہ تمام اساتذہ اپنی اپنی فیلڈ میں نہایت مہارت رکھنے والے اور صاحب علم لوگ تھے۔ جنھوں نے ہمیں زیور علم سے آراستہ کیا۔

اُن دنوں ربوہ میں پوری طرح مکانات تعمیر نہیں ہوئے تھے۔ سڑکیں بھی پختہ نہیں تھیں۔ زیر زمین پانی بھی نمکین تھا۔ گرمی اتنی ہوتی تھی کہ ایک طالب علم دوست دوپہر کے وقت ایک ٹوٹی میں سے پانی لیتے جس پر دھوپ براہ راست پڑ رہی ہوتی۔ چائے کی پتی ذرا زیادہ ڈال لیتے اور اُسی سے چائے تیار کرلیا کرتے تھے۔

جامعہ احمدیہ میں ننگے سر جانا منع تھا۔ ایک دفعہ گرمیوں کی چھٹیوں کے بعد پہلے دن جامعہ جاتے ہوئے میری کالی ٹوپی گم ہوگئی میں نے کہیں سے ڈھونڈ کر ”پی کیپ“ پہن لی۔ مکرم میر داؤد احمد سامنے کھڑے تھے۔ تمام طالب علم ان کو سلام کرکے گزر رہے تھے۔ جب میری باری آئی تو میر صاحب نے میرے سر سے ”پی کیپ“ اتار لی۔ بعد میں مجھے نصیحت فرمائی کہ جامعہ احمدیہ کے وقار کے مطابق ٹوپی پہننی چاہئے۔ یہ کھلنڈروں والی ٹوپی پہن کر جامعہ احمدیہ میں آنا مناسب نہیں۔

صبح کے وقت جامعہ احمدیہ کی کلاسز شروع ہونے سے پہلے ”اسمبلی“ہوتی تھی اور حاضری لی جاتی تھی۔ جو طالب علم لیٹ آتے ان کو جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اس سے ان کے اندر وقت کی پابندی کا احساس اُجاگر ہوتا اور ان کو نظم و ضبط کی عادت پڑتی تھی۔ جامعہ احمدیہ میں علمی یعنی تقریروں کے مقابلے بھی ہوتے اور کھیلوں کے مقابلہ جات بھی منعقد ہوتے تھے۔ ہر سال تین زبانوں اردو، انگریزی اور عربی میں تقریری مقابلے ہوتے اور کھیلوں کے مقابلہ جات میں کبڈی، دوڑ، فٹ بال، وغیرہ کے مقابلہ جات شامل تھے۔ جامعہ احمدیہ کے تمام طلباء کو پانچ گروپس میں تقسیم کیا گیا تھا۔ یعنی امانت، شجاعت، دیانت، رفاقت اور صداقت یہ پانچ گروپ تھے اور تمام علمی اور ورزشی مقابلہ جات اِن گروپس کے درمیان ہی منعقد ہوتے تھے۔ جامعہ احمدیہ میں ایک دلچسپ مقابلہ روک دوڑ کا تھا۔ یہ اتنا دلچسپ مقابلہ تھا کہ اہلیان ربوہ کی کثیر تعداد اُسے دیکھنے کے لئے آتی۔ اُس کے علاوہ سائیکل ریس اور پیدل سفر کے مقابلہ جات تھے۔ سائیکل ریس قریباً پچاس میل کی ہوتی تھی اور پیدل سفر قریباً ایک سو بیس میل کا تھا۔ ہر طالب علم کے لئے پیدل سفر میں ایک بار شریک ہونا ضروری تھا۔ جس کی کڑی شرائط تھیں۔ خاکسار نے بھی اس میں حصہ لیا۔ علاوہ ازیں ان ایّام میں ایک دفعہ ہائیکنگ کےلئے پاکستان کے شمالی علاقوں کی طرف سفر کرنا بھی ضروری تھا۔ خاکسار نے جس قافلہ کے ساتھ سفر کیا وہ اپر چترال اور کافرستان کی طرف ہائیکنگ کےلئے گیا تھا۔ اس حسین سفر کی یادیں آج بھی دل و دماغ میں محفوظ ہیں۔

ایک اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ جامعہ احمدیہ کے درجہ رابعہ کے طلباء کو ایک استاد کی نگرانی میں تبلیغی اور تربیتی سفر پر بھی بھیجا جاتا تھا۔ ہماری کلاس گجرات اور جہلم کے سفر پر گئی تھی۔ اس سفر میں طلباء کو باری باری تقریر کرنے کا موقع دیا جاتا۔ اس طرح ان کی سیر بھی ہوجاتی اور تقریروں کی مشق بھی ہوجاتی۔ مجھے یاد ہے کہ جامعہ احمدیہ سے فارغ ہونے کے بعد میں حیدر آباد سندھ بطور مربی کام کررہا تھا میں نے مکرم میر صاحب کی خدمت میں درخواست کی کہ جامعہ احمدیہ سے طلباء کو سندھ بھیجیں۔ چنانچہ آپ نے درجہ رابعہ کے طلباء کو حیدر آباد کے سفر پر روانہ فرمایا جہاں خاکسار نے ان کا استقبال کیا اور ان کو حیدر آباد کی مختلف جماعتوں میں ساتھ لے کر گیا۔ طلباء اور نگران استاد اس سفر سے بہت ہی محظوظ ہوئے۔

ان ایام میں جامعہ احمدیہ میں بیرونی ممالک کے طلباء بھی تعلیم حاصل کرنے کےلئے آیا کرتے تھے۔ بالخصوص افریقی ممالک اور انڈونیشیاء کے طالب علم بڑی کثیر تعداد میں جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم تھے۔ الغرض جامعہ احمدیہ ہماری تربیت کی جگہ تھی۔ جہاں ہم نے علم دین کے علاوہ زندگی گزارنے کے اسلوب بھی سیکھے۔ میں نے ایک نظم جامعہ احمدیہ کے بارہ میں لکھی تھی جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

بے ہنر تھا ناسمجھ تھا جبکہ ہاں آیا تھا میں
ہاں مگر اخلاص سے بھرپور دل لایا تھا میں
واقف اسرار عالم تونے مجھ کو کر دیا
علم کی دولت سے دامن تو نے میرا بھر دیا

فی الحقیقت ”واقف اسرار عالم“ اور علم کی دولت سے دامن بھرا ہونے کا دعویٰ تو بہت بڑا دعویٰ ہے۔ لیکن اس میں بھی قطعاً کوئی شک نہیں کہ

باقی صفحہ 5 پر

## اوقات سحر و افطار

| 16جنوری 2020ء | | انتہائےسحر | وقت افطار |
|---|---|---|---|
| مکہ مکرمہ | | 05:43 | 17:59 |
| مدینہ منورہ | | 05:48 | 17:54 |
| لندن | | 06:00 | 16:25 |
| قادیان | | 06:03 | 17:47 |
| ربوہ | | 05:43 | 17:27 |